مغرب اور اسلام کے نقطہ نظر سے انسانی حقوق کے درمیان فرق کا مختصر جائزہ

محمد حسین حافظی[1]

خلاصہ

اس موضوع پر قلم اٹھانے کا مقصد اور ہدف یہ ہے کہ ولی امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ العظمی خامنہ ای (مد ظلہ العالی) نے گام دوم انقلاب اسلامی کے عنوان سے کچھ اہم نکات کی طرف امت مسلمہ کی توجہ مبذول کرائی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو سعادت مند بنا سکتا ہے۔ ان اہم نکات میں آپ نے اسلامی طرز زندگی کو امت مسلمہ کی تمام مشکلات کے حل کا واحد راستہ قرار دیا ہے۔ آج یقینا مسلمان تباہی کے اس نہج پر اگر پہنچا ہے تو اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی طرز زندگی پر مغربی طرز زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں مغرب اپنے مذموم عزائم میں کامیاب ہوتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ آج بھی اگر ہم اپنے مرجع اور رہبر کے فرمودات پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی نصیحتوں پر عمل کریں تو یقینا فلاح اور کامیابی ہمارا مقدر بنے گی۔ اس وقت اسلامی معاشرہ عدل و انصاف اور اخلاق و معنویت سے خالی ہوتا ہوا جارہا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں دشمن شناسی کی تقویت میں کمی اور کرپشن جیسی ناسور بیماری کے روک تھام میں ناکامی دکھائی دے رہی ہے۔ آج امت مسلمہ کے جوان اسلامی طرز زندگی کو اپنانے کے بجائے مغربی طرز زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس مقالے میں نام نہاد حقوق بشر کا نعرہ بلند کرنے والے معاشرے اور اسلامی معاشرے میں انسانی حقوق کے درمیان موجود کچھ اہم فرق کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: مغرب، اسلام، انسان، انسانی حقوق، امریکہ

---

[1]۔ پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر۔ المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران
hmh802277@gmail.com

تعارف

خدائے عزّوجل نے انسان کو عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے تاکہ اس عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان صحیح اور غلط میں تمیز کرسکے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید کو انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا۔ اس کتاب میں اسلامی طرز پر زندگی گزارنے کے تمام قوانین اور اصول موجود ہیں۔ اس کلام الہی کی تفسیر، تشریح اور اس میں موجود اصولوں کی نشاندہی کرنے کی غرض سے پیغمبر اسلام ﷺ جیسی عظیم انسانیت کے علمبردار کو مبعوث کیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد ہدایت کا یہ سلسلہ ائمہ معصومینؑ کے ذریعے جاری وساری رہا۔ آج بھی یہ سلسلہ حجت خدا حضرت قائم آل محمد (ارواحنالہ الفداہ) کے ذریعے جاری ہے۔ چونکہ امام زمان (عج) خدا کے حکم سے پردہ غیب میں تشریف فرما ہیں ایسی حالت میں ہمارے مراجعین عظام آپ (عجل اللہ تعالی فرجہ) کی نیابت میں لوگوں کو وعظ ونصیحت، احکام الہی کی ترویج اور تحریر و تبلیغ کے ذریعے اس مقدس دین مبین اسلام کی آبیاری فرمارہے ہیں، لہٰذا ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ان آیات عظام خصوصا رہبر معظم انقلاب حضرت آیۃ اللہ العظمی خامنہ (مدظلہ العالی) کے نقش قدم پر چلنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ آپ کے راستے پر چل کر ہی امت مسلمہ آج کے اس پرآشوب دور میں مشکلات اور مختلف قسم کے مسائل اور دشمنوں کی مکاریوں اور چالاکیوں سے بچ سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان جب تک کسی کی غلامی میں رہتا ہے اس میں پرواز کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ صرف وہ لوگ پرواز کرسکتے ہیں جو لوگوں کی غلامی سے آزاد ہونے کی ہمت رکھتے ہوں۔ حدیث میں ہمیں یہ جملہ ملتا ہے (اَلْمَرْءُ یَطِیرُ بِهِمَّتِهِ) (محمد باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۲۸۲)؛ مرد ہمت کے ذریعے پرواز کرتا ہے۔ امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: (قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَی قَدْرِ هِمَّتِهِ (حسین بن محمد حلوانی، ۱۴۰۸: ۴۶)؛ ہر شخص کی ارزش اور قیمت اس کی ہمت کے لحاظ سے ہے۔ امریکہ کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ ساری دنیا کو اپنی غلامی میں رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہر قسم کی صلاحیت، توانائی اور استعداد رکھنے کے باوجود آج بھی اپنی اصلی تشخص اور شناخت حاصل نہیں کر پایا۔ صرف وہ ممالک اس کی غلامی سے آزاد ہیں جو اس کے ظلم وستم اور انسانیت کی خلاف ورزی کے خلاف چٹان کی طرح کھڑے ہیں اور استقامت کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ آج امت مسلمہ کے لئے جمہوری اسلامی ایران ایک رول ماڈل ہے۔ آج اگر تمام مسلمان یک جان ہوکر رہبر امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ العظمی خامنہ ای (مدظلہ العالی) کے بصیرت اور آگاہی پر مشتمل نصیحتوں پر عمل کریں تو امریکہ جیسے دشمنوں کے چنگل سے جان چھڑا سکتے ہیں۔ بیانیہ گام دوم انقلاب اسلامی میں رہبر معظم (مدظلہ العالی) نے امت مسلمہ کے جوانوں کو دشمنوں کی چالاکیوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: عصر حاضر کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تب ممکن ہے جب ہم علم ودانش کی دنیا میں کمال پر پہنچ جائیں، لہٰذا علمی اور تحقیقی کاموں میں ہمیں جوق در جوق شرکت کرنے کی ضرورت ہے۔ رہبر معظم کے اس بیان کے بعد اسی ضرورت اور اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا بھر سے مختلف محققین مؤلفین اور قلم کاروں نے اپنے اپنے انداز میں اس پر کتاب، تبصرے اور مضامین لکھے ہیں۔ راقم نے بھی مغرب اور اسلام میں موجود انسانی

حقوق کے درمیان کچھ اہم فرق کو قلم سے قرطاس پر لانے کی کوشش کی ہے تاکہ یہ چھوٹی سی کاوش علمی اور تحقیقی میدانوں میں کام کرنے والے محققین اور مؤلفین کے لئے مددگار ثابت ہو۔

مفہوم شناسی

کسی بھی موضوع کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی سے آشنائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہاں کلمہ حق کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو بیان کریں گے۔ اسی طرح انسانی حقوق کی اصطلاح سے بھی آشنائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

حق کے لغوی اور اصطلاحی معنی

حقوق ایک عربی لفظ ہے جسے سن کر انسان کے ذہن میں سب سے پہلے جو معنی تبادر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حقوق کلمہ حق کی جمع ہے اور حق کے معنی ہے واقع کے مطابق ہونا۔ لغت کی کتابوں میں محققین نے حق کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔ مشہور لغت دان راغب اصفہانی مفردات الفاظ القرآن میں لکھتے ہیں: حق یعنی جو چیز واقع کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ (راغب اصفہانی، ۱۴۱۲: ۲۴۶) اسی طرح ایک اور لغت کے مشہور و معروف مصنف ابن منظور نے اپنی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں حق کے کئی معنی بیان کئے ہیں جیسے ثبوت، واقع کے مطابق ہونا، یقین، باطل کی ضد و۔۔۔ (ابن منظور، ۱۴۱۴: ۴۹۔۵۰) انگلش زبان میں اس کا متبادل لفظ (Right) ہے۔

حق کے اصطلاحی معنی پر جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علوم میں اس کے مختلف اور متعدد معانی بیان ہوئے ہیں۔ ایک حقوق دان حق کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: حق کسی بھی شخص کی اس منفعت اور امتیاز کو کہتے ہیں جس کی تمام ممالک میں عدالت کے وقت قاضی حمایت کرتے ہیں اور یہ حق تمام انسانوں کو بلا تفریق حاصل ہے کسی کو بھی یہ منفعت چھیننے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (ناصر کاتوزیان، ۴۲۲) فقہائے عظام زیادہ تر حق کو سلطنت، ملک اور حکم کے معنی میں لیتے ہیں۔ جیسے شیخ اعظم انصاری (قدس سرہ) حق کو سلطنت فعلیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس میں صاحب حق اور وہ شخص جس پر حق ہو دونوں شامل ہیں۔ (مرتضی انصاری، ۱۴۱۵: ۹) اسی طرح کچھ فقہا جیسے سید محمد کاظم طباطبائی یزدی (قدس سرہ) قائل ہیں کہ حق ملک کی ایک قسم ہے، لیکن حق کا مرتبہ ملک سے کمتر ہے۔ ان کی نظر میں صاحب حق سلطنت کے حق کے علاوہ ملکیت کا بھی حق رکھتا ہے۔ بعض فقہا حق کو اعتبار سے تعبیر کرتے ہیں جیسے مرحوم آخوند خراسانی (قدس سرہ) فرماتے ہیں: حق اعتباری ہے جس کا اثر سلطنت ہے نہ یہ کہ خود حق سلطنت ہو۔ (محمد کاظم آخوند خرسانی: ۴) امام خمینی (قدس سرہ) بھی اسی بات کے قائل ہیں فرماتے ہیں: حق ایک اعتباری امر ہے چاہے اعتبار عقلی ہو یا شرعی۔ (سید روح اللہ خمینی، ۱۴۲۱: ۳۹)

انسانی حقوق

انسانی حقوق (Human Rights) کی دو اصطلاح ہیں۔ ا۔ عام اصطلاح۔ ۲۔ خاص اصطلاح

ا۔ عام اصطلاح

انسانی حقوق کا عام معنی یہ ہے کہ وہ تمام حقوق جو ہر انسان کو مذہب، دین، قومیت، نسل، رنگ و روپ اور دوسری تمام خصوصیات سے ہٹ کر صرف انسان (انسان بما ھو انسان) ہونے کے ناطے حاصل ہیں۔ (محمد سالم محسنی، ۱۳۹۶: ۱۰۰)

۲۔ خاص اصطلاح

انسانی حقوق کا خاص معنی یہ ہے کہ وہ حقوق جو بین الاقوامی نظام میں شامل ہیں۔ جیسے وہ دستاویزات جو سند کے طور پر انسانی حقوق کے اداروں میں تدوین ہوتے ہیں (ایضا) حقیقت میں یہ بھی وہی حقوق ہیں جن کا تذکرہ مذکورہ عام اصطلاح کی تعریف میں ہوا یعنی انسانی ضروری حقوق جو انسان ہونے کے ناطے اسے حاصل ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ حقوق جو بین المللی نظام کے مطابق معین کئے گئے ہیں فلسفے کے کچھ خاص قوانین اور اصول کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ (سید صادق حقیقت، ۱۳۸۴: ۳۳۲) ساتھ ہی ان کے مختلف دستاویزات بھی بنائے گئے ہیں ان کے مطابق اگر کوئی شخص اس بین الاقوامی حقوق کے نظام کی خلاف ورزی کرے گا اسے مجرم سمجھا جائے گا اور جرم کے مطابق اسے سزا ملے گی، لیکن اس بات میں بھی بہت ساری ناانصافی اور انحرافات نظر آتے ہیں۔ کچھ شیطان صفت لوگ ان بین الاقوامی حقوق کی رعایت نہیں کرتے جن کی واضح مثالیں امریکہ میں انسانی حقوق کے دعویداروں کے عملی میدانوں میں ناکامی، جھوٹ اور مکر و فریب کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ انسانی حقوق کی مذکورہ عام و خاص اصطلاح اور تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے کچھ ایسے حقوق ہوتے ہیں جو ذاتی اور فطری ہیں اور ان سے استفادہ کرنے کا حق بلا تفریق ہر انسان کو حاصل ہے۔ ان حقوق میں سے کچھ یہ ہیں: حیات کا حق، امن و امان اور دفاع کا حق، آزادی کا حق، تعلیم و تربیت کا حق اور شریک حیات کے انتخاب کا حق و۔۔۔

انسانی حقوق کی خصوصیات

انسانی وہ حقوق جو بنیادی طور پر تمام انسان کو حاصل ہونا چاہئے اس کی اپنی خاص خصوصیات ہیں جن کا سمجھنا نہایت ضروری ہے تاکہ ہم انسانی بنیادی حقوق کو دوسرے حقوق کے ساتھ جدا کر سکیں۔ مقالے کے اس حصے میں ہم ان خصوصیات میں سے کچھ اہم خصوصیات کو قلمبند کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ فطری ہونا

انسانی بنیادی حقوق کی سب سے پہلی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ فطری (Natural) ہیں۔ فطری ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ حقوق قرار دادی اور اعتباری نہیں ہیں، بلکہ انسانی فطرت اس کا تقاضا کرتی ہے اور یہ حقوق انسانی خلقت کے ساتھ ساتھ وجود میں آئے ہیں۔ لہٰذا مادہ پرست جو انسان کو صرف مادی اور جسمانی سمجھتے ہیں وہ لوگ فطرت کو غیر خدائی سے تفسیر کرتے ہیں، لیکن خدا پرست جو انسان کو فقط مادے میں منحصر نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ انسان مادی ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی بھی ہے کے نظریئے کے مطابق انسانی بنیادی حقوق وہ ہیں جو انسان کی خلقت اور ذات کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جنہیں خداوند عالم نے انسان کی فطرت کے مطابق بنایا ہے۔ (محمد سالم محسنی، ۱۳۹۶: ۱۰۵)

۲۔ اخلاقی ہونا

انسانی بنیادی حقوق کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اخلاقی (Morality) ہیں۔ اخلاقی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان حقوق کا تعلق انسان کی فطرت کے ساتھ ہے اور ان کے وجود میں آنے کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے وجود میں آنے کو انسان کا ضمیر اور اس کی عقل ضروری سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ حقوق انسان کے باطن کے ساتھ وابستہ ہیں اسی وجہ سے ان کی خلاف ورزی پر انسانی ضمیر ملامت کرتا ہے۔ (محمد سالم محسنی، ۱۳۹۶: ۱۱۰)

۳۔ بین الاقوامی ہونا

انسانی بنیادی حقوق کی تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ جہانی (Universality) ہیں۔ یعنی یہ حقوق کسی ایک ملت، قوم یا کسی خاص ثقافت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ حقوق کائنات میں موجود تمام لوگوں کو حاصل ہیں۔ جیسے امن وامان اور آزادی کا حق و۔۔۔ (محمد مجتہد شبستری، ۱۳۸۱: ۲۲۳)

۴۔ مساوات اور برابری

انسانی بنیادی حقوق کی چوتھی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ حقوق مساوی ہیں۔ انسان کا تعلق زندگی کے جس شعبے سے ہو فرق نہیں دولت مند ہو یا فقیر ہر انسان کو بلا تفریق ان بنیادی حقوق سے استفادہ کرنے کا برابر حق حاصل ہے، کیونکہ انسان کسی بھی مقام پر ہو انسانیت میں سب برابر ہیں۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: وَاِشعِر قَلبَکَ الرَّحمَۃَ لِلرَّعیۃِ، وَالمَحَبَّۃَ لَھُم، واللُّطفَ بِھِم ولا تَکونَنَّ عَلَیھِم سَبُعاً ضارِیاً تَغتَنِمُ اِ کَلَھُم إنَّھُم صِنفانِ: إمّا اَخٌ لَکَ فی الدِّینِ اَو نَظیرٌ لَکَ فی الخَلقِ (نہج البلاغہ، نامہ: ۵۳) کسی بھی معاشرے میں انسانوں کے درمیان جب تک انصاف، برابری اور مساوات نہیں ہوگی عدالت قائم

ہونا ممکن نہیں ہے۔ عادلانہ نظام ہی انسان کو سعادت تک پہنچاتا ہے؛ کیونکہ جب کسی بھی نظام کی بنیاد عدالت پر ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان دوسروں کے تمام حقوق کی بھی رعایت کر رہا ہے اور جس معاشرے میں انسان نے یہ سمجھ لیا کہ دوسرے انسانوں اور حیوانوں حتی چرند پرند کی نسبت اس کا وظیفہ کیا ہے تو سمجھ لو کہ انسانی کمالات کے سفر کا آغاز ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے بین المللی انسانی حقوق کے دستاویزات کی پہلی شق میں بیان ہوا ہے کہ تمام انسان دنیا میں آزاد پیدا ہوتے ہیں اور حیثیت اور حقوق کے اعتبار سے سب برابر اور مساوی ہیں۔ اسلام بھی تمام انسانوں کو انسانیت کے اعتبار سے یکساں سمجھتا ہے، لہٰذا بنیادی حقوق میں بھی سب مساوی اور برابر ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں کوئی بھی شخص دوسروں پر فضیلت نہیں رکھتا، بلکہ برتری کا ایک ہی معیار ہے اور وہ ہے تقوی۔ (حجرات: ۱۳)

۵۔ عدم سلب

انسانی بنیادی حقوق بلا تفریق تمام انسانوں کو برابر حاصل ہیں، لہٰذا ان حقوق کو کسی سے چھیننے کا حق کسی بھی شخص کو حاصل نہیں ہے، کیونکہ یہ حقوق فطری اور ذاتی ہیں۔ دوسری عبارت میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی بنیادی حقوق وہ ہیں جو ثابت ہیں انہیں سلب کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ حقوق ہیں جن پر انسانی حیات استوار ہے، البتہ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص بڑے جرم کا مرتکب ہو جائے مثلا کسی کو عمدا قتل کر دے اور تب بھی اسے حقوق انسانی کے نام پر معاف کر دیں۔ (محمد سالم محسنی، ۱۳۹۶: ۱۱۷)

مغربی اور اسلامی انسانی حقوق کے درمیان فرق

مقالے کے اس حصے میں ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں مغرب اور اسلام کی نظر میں انسانی حقوق کے درمیان موجود کچھ اہم فرق کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ پتہ چل سکے کہ انسانی حقوق کے حقیقی علمبردار کون ہے۔ ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

۱۔ فریب کاری اور مشعل راہ

مغرب انسانی حقوق کے نام پر دنیا والوں کو فریب اور دھوکہ دیتا ہے اور جہاں پر بھی اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا ہو حقوق بشر کا نام استعمال کرنا ان کا وطیرہ رہا ہے۔ چنانچہ مورّخین اس بات کا اعتراف کریں گے کہ مغرب نے دوسری جنگ عظیم کے بعد انسانی حقوق کے دفاع کا نعرہ بلند کیا۔ جب کہ ان کا یہ نعرہ بقول رہبر معظم انقلاب جھوٹ اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔ آپ فرماتے ہیں: امریکہ کے مقاصد مکمل طور پر استعماری، متکبر، زیادہ طلبی اور ملت و انسانی حقوق کے خلاف ہیں۔ (۰۱/۰۹/۱۳۸۱) لہٰذا امریکہ کی طرف سے انسانی حقوق کا مسئلہ اٹھانا ایک قسم کا دھوکہ اور دباؤ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (۰۲/۰۱/۱۳۶۹) اس وقت امریکی حکومت

دنیا میں حقوق بشر کا دعوی تو کرتی ہے، لیکن دنیا کی کمزور قوموں پر ظلم و ستم کرکے انسانی حقوق کی پائمالی کی بدترین تصویر کشی کرتی ہے، (۲۸/۱۲/۱۳۷۷) دنیا بھر میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں اور واقعات کی طرف اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا۔ چاہے وہ وسطی ایشیا میں رونما ہونے والے واقعات ہوں یا افغانستان میں، افریقہ میں ہوں یا دوسری جگہوں میں حتیٰ کہ خود امریکی معاشرے میں بھی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ جبکہ اسلامی انسانی حقوق، انسانیت کے لئے مشعل راہ اور ہدایت کا چراغ بن کر دنیا کی ساری بشریت مسلم اور غیر مسلم کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں۔

اسلام کا حکم ہے کہ تمام انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق ملنا چاہئے بے شک اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ اسلام میں انسانی بنیادی حقوق کا معیار صرف انسانیت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے مولائے متقیان امیر المومنینؑ جو انسان کامل کا بارز نمونہ ہیں انسانی حقوق کی پاسداری رکھنے کے حوالے سے مالک اشتر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَاَشعِر قَلبَکَ الرَّحمَۃَ لِلرَّعیۃِ، وَالمَحَبَّۃَ لَھُم، وَاللُّطفَ بِھِم وَلا تَکُونَنَّ عَلَیھِم سَبُعاً ضَارِیاً تَغتَنِمُ اَکلَھُم اِنَّھُم صِنفانِ: اِمّا اَخٌ لَکَ فِی الدِّینِ اَو نَظِیرٌ لَکَ فِی الخَلقِ (نہج البلاغہ، نامہ: ۳۳۳)؛ وحشی بھیڑیئے کی مانند ان پر ٹوٹ نہ پڑو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: اِنَّھُم صِنفانِ عوام دو طرح کے ہیں۔ اِمّا اَخٌ لَکَ فِی الدِّینِ اَو نَظِیرٌ لَکَ فِی الخَلقِ یا تمہارے دینی بھائی ہیں یا انسانیت میں تمہارے شریک ہیں، یعنی تمہاری طرح انسان ہیں۔ اسلام وہ دین اور مکتب ہے جو انسانی حقوق کا معیار انسانیت کو قرار دیتا ہے۔ اسلام، انسانی حقوق و حرمت کا پاسباں، اخلاقیات و صفات حسنہ کا ضامن اور امن و سکون کا علمبردار ہے۔ جیسا کہ امیر کائنات کا فرمان ہے: لن تقدس امۃ لا تؤخذ للضعیف فیھا حقہ من القوی غیر متتعتع (نہج البلاغہ، نامہ: ۵۳)؛ صورت حال یہ ہو کہ معاشرے میں کوئی ایسا شخص جس کے ہاتھ دولت اور پیسے سے خالی ہوں وہ بھی طاقتور سے اپنا حق بغیر کسی مشکل کے حاصل کرلے۔

۲۔ فطرت پر توجہ اور سہل انگاری

اگر ہم گہری اور عمیق نظر سے مغرب اور اسلام کے نقطہ نظر سے انسانی حقوق کے درمیان فرق کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک بنیادی فرق ان دونوں کے درمیان روز روشن کی طرح عیاں ہے اور وہ یہ ہے کہ مغرب والوں کے پاس انسانی فطرت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے جبکہ اسلام نے انسانی فطرت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ فطری امور ذیلی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں:

۱۔ ہر وہ فکر یا عمل جس کا ریشہ اور بنیاد، جہانی ہو۔
۲۔ فطری امور تعلیم و تعلّم کے محتاج نہیں ہوتے۔
۳۔ قومیت، زبان، ثقافت اور فرہنگ امور فطری پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

۴۔ زمانے کی تبدیلی بھی فطری امور پر اثرانداز نہیں ہوتی ہے، مثلاوہ ایک صدی میں ہوں اور دوسری صدی میں نہ ہوں ایسا ممکن نہیں ہے۔

۵۔ فطرت کے خلاف اگر کوئی تبلیغ کرے تو فطری امور کے رشد و نمو میں کمی تو آ سکتی ہے؛ لیکن ان امور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ممکن نہیں ہے۔ (شیخ رضا استادی : ۲۵۔۲۶) انسان کا احترام اور تکریم کا اصول بین الاقوامی انسانی حقوق کے نظام کا سب سے اہم بنیادی اصول ہے، جس کی بنیاد پر انسانی حقوق کی پہچان ہوئی ہے۔ اسے اسلامی متون میں کبھی کبھار شرافت انسانی اور عزت و کرامت انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس بناپر ہر انسان عزت اور احترام کا مستحق ہے۔ یہ ایک ایسا حق ہے جس کی اہمیت کا انکار کوئی بھی انسان نہیں کر سکتااور کسی کے پاس اسے کسی بھی بہانے سے پائمال کرنے کا حق نہیں ہے یہ حق زندگی کے حق سے بھی بالاتر ہے۔

کسی بھی حالت میں اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ جنگ میں قتل کی اجازت ہے، جب کہ انسانی تشدد کو جائز نہیں سمجھا جاتا، نہ امن کے دوران اور نہ ہی جنگ کے دوران، کیونکہ اسے انسانیت کی توہین سمجھا جاتا ہے۔ (ناصر قربان نیا، ۸۶: ۱۳۸۷) قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے: وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل: ۷۰)؛اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی۔

لیکن جب ہم حقوق بشر کی باتیں کرنے والوں کے کردار، رفتار اور گفتار کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ان کا یہ دعوی باطل ہے، بلکہ برعکس مغرب، انسانیت کے احترام اور تکریم کے بجائے تذلیل اور اسی طرح انسانی حقوق کی حفاظت کرنے کے بجائے انہیں پائمال کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔

۳۔ مادی اور معنوی امور کے حصول میں فرق

مغرب والوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ مادی اور دنیاوی لذتوں کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دشمن کا مسلمان اور مومنین کے خلاف استعمال کرنے والا ایک اور اہم حربہ مادی چیزوں کو معنوی چیزوں کی نسبت خوبصورت اور جاذب دکھانا ہے۔ جس کے لئے وہ ہر ممکنہ طریقوں کو اپناتا ہے۔ عصر حاضر میں ہماری جوان نسل کی گمراہی اور راہ ضلالت انتخاب کرنے کی سب سے اہم وجہ یہی ہے کہ انسان نے ہمیشہ مادی چیزوں کو معنوی چیزوں پر فوقیت دی ہے۔ اس کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ ہاتھوں ہاتھ ملنے والے فوائد کو دیر سے ملنے والے فائدوں پر ترجیح دے۔ جب کہ اسلام کہتا ہے انسان چونکہ فقیر محض ہے :یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ-وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (فاطر: ۱۵)؛ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو لیکن وہ خود بے نیاز ہے۔ لہٰذا اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مادی چیزوں سے حتی المقدور استفادہ کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی اسلام نے حد و

حدود بھی معین کئے ہیں اور خبردار کیا ہے کہ انسان کو اس معین حدود سے آگے نہیں جانا ہے، لہٰذا آج اسلامی معاشرے سے معنویت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے۔ اس الٰہی معنویت کو ختم کرنے کے لئے دشمن اپنی ثقافت کو نامحسوس طریقے سے پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور اس مقصد میں دشمن کامیاب ہوتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ اس مذموم مقصد کے حصول کے لئے یہ لوگ اپنی ثقافتی باطل چیزوں کو اس طرح خوبصورت کرکے پیش کرتے ہیں کہ انسان، باطل اور غلط ہونے کا علم رکھنے کے باوجود ان کی چیزوں کو لینے اور استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں عصر حاضر میں امت مسلمہ کے درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ثقافتی یلغار ہے۔ دشمن اسلام اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے دن رات محنت کرتے نہیں تھکتے جس کے لئے وہ انواع و اقسام کے وسائل کو استعمال کرتے ہیں ان میں سے کچھ اہم وسائل یہ ہیں:

۱۔ غیر اسلامی افکار کی ترویج

دشمن، اسلامی تعلیمات سے بنے ہوئے افکار میں تبدیلی لانے کے لئے مختلف طریقے سے غیر اسلامی افکار کی ترویج اور تبلیغ کرتا ہے تاکہ ہمارے نوجوانوں کے پاک اذہان میں ایک انبوہ شکوک و شبہات کا انبار لگ جائے اور وہ اپنے اصلی اعتقادات پر بھی شک کرنے لگے۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اسی مقصد کے حصول کے لئے میڈیا اور سوشل میڈیا پر جدیت کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی دشمن اپنے مقصد میں کامیاب بھی دکھائی دے رہا ہے جس کی دلیل آج کے جوانوں کی قرآن اور دینی تعلیمات سے دوری ہے۔ آج ہماری نسلوں کا لیبرل ازم اور سکیولرازم کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس وقت اگر اعتقاد کی بات کی جائے تو پلورل ازم، سائنس اور دین میں جدائی اور سیاست اور دین میں جدائی جیسے بے بنیاد نظریئوں کا پرچار ہمارے یونیورسٹیز اور کالجز میں ہو رہا ہے۔ یہ سب انہیں غیر اسلامی تعلیمات کی ترویج کا نتیجہ ہے۔ عصر حاضر میں مغرب کے دلداہ آلہ کار افراد ہماری تعلیمی درسگاہوں میں مغربی افکار کو عام کرنے میں کوشاں ہیں۔ وہ پوری منصوبہ بندی کے تحت غیر محسوس طریقے سے ان مسموم افکار کو بچوں کی نصابی کتب کا حصہ بنا کر پیش کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ جس کا واضح نتیجہ یہ نظر آتا ہے کہ ان درسگاہوں میں زیر تعلیم بچوں کا ذہن ان غلیظ خیالات سے متاثر ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں پڑھنے والے بچوں کے سامنے آج دینی اقدار ٹھوس مجہول کی دیوار بن کر نمایاں ہو رہی ہیں ان کے ذہنوں میں طرح طرح کے شبہات اور سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ وہ یلغار ہے جس کا ہر نسل شکار ہے۔

۲-مادیات کو معنویات پر ترجیح

دشمن کا مسلمان اور مومنین کے خلاف استعمال کرنے والا ایک اور اہم حربہ مادی چیزوں کو معنوی چیزوں کی نسبت خوبصورت اور جاذب دکھانا ہے۔ جس کے لئے وہ ہر ممکنہ طریقوں کو اپناتا ہے عصر حاضر کے انسانوں کی راہ حق سے بھٹکنے کی سب سے اہم وجہ یہی

ہے کہ انسان نے ہمیشہ مادی چیزوں کو معنوی چیزوں پر فوقیت دی۔ اس کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ ہاتھوں ہاتھ ملنے والے فوائد کو دیر سے ملنے والے فائدوں پر ترجیح دے۔

۳۔ بے حجابی اور بے حیائی کا پرچار

آج عالمی اسکتبار نے مادی دنیا اور ظاہری خوبصورتی اور آراستگی میں اقدار کو منحصر قرار دیتے ہوئے لباس کے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جو بے پردگی، بناؤ سنگھار اور خدائی واخروی اقدار کی نفی پر مبنی ہیں اور جس میں انسانی معیاروں پر ذرہ برابر بھی توجہ نہیں دی گئی ہے جیسے حیا، پاکدامنی اور دوسرے معنوی معیار۔ اس طرح دشمن نے بے حیائی، فحاشی و عریانی کا ایک نہ ختم ہونے والا طوفان ہمارے سروں پر مسلط کیا ہوا ہے۔

۴۔ غیر اخلاقی فلم اور ڈراموں کی نشریات

انٹرنیٹ اور دوسرے ذرایع ابلاغ کو انسان اچھے کاموں کے لئے بھی استعمال کر سکتا ہے اور برے کاموں کے لئے بھی، لہٰذا یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ انٹرنیٹ اچھی چیز نہیں ہے، انٹرنیٹ کی وجہ سے ہمارے بچے بگڑ چکے و۔۔۔ بہت ساری چیز اور وسائل ایسے ہیں جو ذاتی طور پر نہ اچھے ہیں اور نہ برے، بلکہ ایک وسیلہ ہے۔ یہ انسان کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اس کو کس چیز کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اس کی مثال چھری جیسی ہے چھری ایک وسیلہ ہے جس سے انسان کسی کا قتل بھی کر سکتا ہے اور اسی طرح اس وسیلے کو انسان گوشت اور سبزی وغیرہ کاٹنے میں بھی استفادہ کر سکتا ہے۔ البتہ اسی انٹرنیٹ کے ذریعے دشمن ہمارے جوانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے غیر اخلاقی فلموں کا انتشار اور پھیلانے میں شب و روز ایک کرکے محنت کر رہے ہیں۔ اسی طرح آج کی دنیا میں نت نئے ذرائع کے واسطے سے رات ودن جھوٹ اور حقائق وواقعات کو چھپا کر یا ان کو توڑ مروڑ کر ان کے خلاف کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۵۔ زبان اور رسم الخط

ثقافتی یلغار کا ایک اہم ہتھیار زبان ہے۔ کسی بھی قوم اور ملت سے ان کی قومی زبان کو یلغار کیا جائے، ان کے تعلیمی اداروں سے اس زبان کی تشخص کو کم کیا جائے اور اس کی جگہ اپنی زبان کو زبردستی مسلط کیا جائے ایسی قوم ترقی کے اعلی منازل طے کرنے سے محروم رہ جاتی ہے، کیونکہ ان کے بچوں میں موجود تمام خداداد صلاحیتیں اور استعداد اسی زبان کو سیکھتے سیکھتے ختم ہو جاتی ہیں اور کچھ باصلاحیت بچے جو اپنی قومی زبان میں تو کمال پر ہوتے ہیں، لیکن کسی دوسری زبان کو مسلط کرنے کی وجہ سے وہ اعلی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور دشمن کا اصلی مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اس قوم کے بچے ترقیاتی منزلوں کو طے نہ کریں۔ اس کی زندہ مثال ہمارا معاشرہ ہے۔ ہمارے معاشرہ کا ہر شخص یہی کوشش کرتا ہے کہ اس کا بچہ زمانے کے مطابق دنیاوی تعلیم حاصل

کرے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔ اس مقصد میں کامیابی کا بہترین راستہ انگلش کی تعلیم سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا ہم و غم اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم سکھانا ہوتا ہے جس کے لئے دن رات کی کمائی لٹانے کے لئے تیار رہتے ہیں، لیکن قرآنی اور اسلامی تعلیمات کی طرف ان کی توجہ کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے ہمارے معاشرے میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو انگریزی تو فل آتی ہے، لیکن قرآن کے زیر زبر کا بھی علم نہیں رکھتے۔ ان تمام مشکلوں کی جڑ زبان پر دشمنوں کی یلغار ہے جو نا محسوس طریقے سے ہمارے معاشرے میں ہماری قومی زبان کی جگہ زبردستی ہم پر مسلط کی گئی ہے اور آج تک اس میدان میں ہمارے لوگوں کا شعور بیدار نہ ہو سکا۔ یہ ایک المیہ ہے۔ جن کے مختلف عوامل اور وجوہات ہیں جن کو مقالے کے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کرنے سے گریز کریں گے۔

ہماری ذمہ داریاں

دشمنوں کے ان مذموم عزائم کے مقابلے میں مسلمان ہونے کے ناطے ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے اس کا سمجھنا ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ کچھ ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کریں گے :

ا۔ شناخت

ثقافتی یلغار سے مقابلے کے لئے ضروری ہے کہ انسان دشمنوں کی چالاکیوں اور مکاریوں کو باریک بینی سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں امام صادقؑ فرماتے ہیں: العالم بزمانہ لا تہجم علیہ اللوابس (بحارالانوار: ۲۶۹) اگر کوئی شخص اپنے زمانے سے آشنائی رکھتا ہو یعنی اسے یہ پتہ ہو کہ آج کے زمانے میں کیا کچھ ہو رہا ہے لا تہجم علیہ اللوابس (ایضا) ؛ایسے شخص پر کبھی بھی مشکلات غالب نہیں آئے گی۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: علی العاقل ان یکون عارفا بزمانہ (بحارالانوار: ۱۲۹) ؛ عاقل انسان پر لازم ہے کہ اسے اپنے زمانے کی شناخت ہونی چاہئے۔ زمانے کی مشکلات سے وہی شخص مقابلہ کر سکتا ہے جو اپنے زمانے کے دشمنوں کو اور ان کے مکاریوں اور چالاکیوں پر خوب نظر رکھے۔ اس لئے کہ دشمن کبھی بھی دشمن کے روپ میں عملی میدان میں وارد نہیں ہوتا، بلکہ دشمن دوست کی شکل میں منافقانہ کردار ادا کرتا ہے۔

۲۔ ایمان اور معنویت کی حفاظت

قرآن مجید انسان کی کامیابی کا راز خدا پر ایمان کو قرار دیتے ہوئے کہتا ہے: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹) ؛اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ انسان کا اصل سرمایہ اسکی معنویت ہے۔ معنویت ایک ایسی چیز ہے جس پر شیطان غالب نہیں آسکتا ۔شیطان ہر طاقت پر غالب آتا ہے صرف معنویت پر

نہیں۔ شیطان کی پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو معنویت سے دور کرے۔ امام خمینی (قدس سرہ) کی تعبیر کے مطابق عصر حاضر میں دنیا کا سب سے بڑا شیطان امریکہ ہے۔ اسی وجہ سے پوری دنیا امریکہ سے ڈرتی ہے۔ اس سے صرف وہ لوگ مقابلہ کر رہے ہیں جن کے پاس معنویت جیسی دولت موجود ہے۔ اگر انسان ایمان اور معنویت سے متمسک رہے تو دنیا کی تمام سپر طاقتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے اور ایمان و معنویت کے سائے میں انسان خدا کو ہمیشہ حاضر و ناظر سمجھتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ان تمام غیر اخلاقی کاموں سے پرہیز کرتا ہے جن سے پرہیز کرنے کا حکم اسلام دیتا ہے۔

۳۔ فقر اور ناداری کا خاتمہ

دشمن اسلام کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ رہا ہے کہ مسلمانوں کی فقر و ناداری سے استفادہ کرے۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے تمام اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی حربے استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فقر و ناداری کو ختم کرنے کی تاکید کی ہے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ فقر و ناداری کے اثرات انسانی زندگی میں بہت شدت سے نمایاں ہوتے ہیں۔ جب کوئی فرد، معاشرہ یا حکومت اس کے خاتمہ کے لئے کوئی اقدام نہ کرے تو معاشرے کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فقر و ناداری کے خاتمہ کے بارے میں اور ہماری نسلوں کو کسب حلال، رزق و روزی کمانے کے بارے میں اہم اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا اسی طرح مختلف قسم کے ہنر سے ان کو آراستہ کرنا ہم سب کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ مال، پیسے اور امکانات کی فراوانی انسان کی زندگی کا رخ نہیں بدلتی، بلکہ انسانی زندگی میں کرنے والی تدبیر اور منصوبہ بندی ہے جو انسان کی زندگی میں خوشحالی لاتی ہے اور معیشت میں بد نظمی غربت کی کنجی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنی امت کی بے تدبیری کا ڈر محسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ما أخافُ عَلی اُمَّتِيَ الفَقرَ ولكِنَ أخافُ عَلَيهِم سوءَ التَّدبيرِ (عوالی اللآلی: ۳۹) میں اپنی امت کی غربت سے نہیں ڈرتا، لیکن میں ان کی بد نظمی اور بے تدبیری سے ڈرتا ہوں۔

۴۔ انسانیت کی تکریم اور تذلیل

ایک اور روشن فرق یہ ہے کہ مغرب خصوصا امریکہ ہمیشہ اپنے ظلم و ستم، دھوکہ، فریب، مکاری اور چالاکیوں کے ذریعے تلاش کرتا ہے کہ لوگوں کی زمینوں پر ناحق قبضہ کرے۔ چاہئے اسے اپنے اس مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے لوگوں کا ناحق خون بہانا ہی کیوں نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے اس وقت شام، یمن، عراق، فلسطین، افغانستان اور دیگر ملکوں میں وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے ظلم و بربریت اور قتل و غارتگری میں مصروف ہے۔ ان کے پاس لوگوں کے مال و دولت، ناموس اور انسانیت کا کوئی احترام نہیں۔ جبکہ اسلامی تعلیمات کے زرین اصول کا حصہ ہے کہ مذہب اور عقیدے سے ہٹ کر اسلام، تمام بشریت کے مال و دولت اور ناموس کی حفاظت کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ ناحق کسی کا خون بہایا جائے، ناحق کسی پر

ظلم وستم کیا جائے، ناحق کسی کی آبروریزی کی جائے، ناحق کسی پر تہمت لگائی جائے، اسی طرح اسلام کسی کے مال کو مالک کی اجازت کے بغیر لینا حرام سمجھتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات ناب میں انسان کا مقام بہت اونچا ہے۔ اسلام انسانیت کے راستے پر چلنے والوں کو بڑی تکریم اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ایک نفس کو ناحق قتل کرنے کا جرم تمام انسانوں کے قتل کے مساوی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (مائدہ: ۳۲)؛ جس نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو، یا زمین میں فساد برپا کیا ہو، تو وہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو بچالیا، تو وہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے تمام انسانوں کو بچالیا اور بے شک ان (بنی اسرائیل) کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے۔ پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں ظلم و تعدی کرنے والے ہی رہے۔

اسلام کی نگاہ میں کرامت انسانی ایک ایسا حق ہے جس کے تمام انسان رنگ، نسل، مذہب اور جنس سے قطع نظر صرف انسان ہونے کے ناطے اس کے حقدار ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے کرامت انسانی تمام بشریت کے ساتھ مشترکہ حقوق میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا اسلام کہتا ہے مشترکہ حقوق کا اطلاق ہر جگہ، ہر وقت اور بلا تفریق ہونا چاہیے۔ انسانی بنیادی حقوق کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ کوئی انسان کسی جرم میں مرتکب ہو جائے اور وہ سزا کا مستحق ٹھرے ایسے مجرموں کے ساتھ بھی اچھے انداز میں پیش آنے کا حکم ہے، کیونکہ یہ ایک طرف سے اگر مجرم ہے تو دوسری طرف سے ایک انسان بھی ہے، لہٰذا انسانیت کا تقاضا اور اسلام کا حکم یہ ہے کہ جیل جانے والوں اور سزا یافتہ مجرموں کو بھی سزا دیتے وقت ان آداب کا خاص خیال رکھیں جن کی رعایت کرنے کا حکم اسلام دیتا ہے، کیونکہ بنی آدم کو خدا نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً (اسراء، ۷۰)؛ بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت و بزرگی دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا (سواریاں دیں) پاک و پاکیزہ چیزوں سے روزی دی اور انہیں اپنی مخلوقات پر (جو بہت ہیں) فضیلت دی۔

اسلام میں انسان تو کیا حیوانات کو بھی اذیت و آزار پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر انسان کسی حیوان کو ذبح کرنا چاہے تو اسلام کا حکم یہ ہے کہ ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی پلایا جائے، لیکن مغربی دنیا میں انسانیت کا کوئی احترام دکھائی نہیں دیتا، کبھی کبھار تو ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر انسانیت شرما جاتی ہے۔ انسانیت کو احترام کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے یہ لوگ اپنی دنیوی منفعت کو حاصل کرنے کے لئے ان کی تذلیل کرتے ہیں۔

۵۔ تبعیض اور عدالت

مغربی دنیا میں انسانی حقوق کے علمبر داروں میں انصاف، مساوات اور عدالت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جس کی واضح مثال امریکہ کے جرائم ہیں۔ بشریت پر امریکہ کے ظلم و ستم کی حد یہ ہے کہ جب ہم تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ کہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے کہ دنیا کی کسی بھی جگہ ظلم و ستم ہو اور اس میں امریکہ کا ہاتھ نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے ۔ اگر ہم امریکی اور مغربی معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں ان میں قوم پرستی اور نسل پرستی نظر آئے گی۔

دنیا کی تاریخ سے آشنائی رکھنے والے جانتے ہیں کہ امریکہ میں تقریباً ۲۰۰ سال پہلے غلامی کا قانون ختم کر دیا گیا تھا، لیکن سیاہ فاموں کے ساتھ ان کا رویّہ ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ان پر تشدد اور حملہ اب بھی کرتے ہیں یہاں تک کہ خود حکومت بھی ان کے ساتھ دوغلا سلوک رکھتی ہے۔ اگر مقتول سیاہ فام ہو تو حکومت ان کے قاتلوں کو سزا تک نہیں دیتی۔ یہ تبعیض کے اعلی نمونے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ امت مسلمہ کے عظیم رہبر مرجع حضرت آیۃ اللہ العظمی خمینی (قدس سرہ) نے فرمایا: امریکہ شیطان بزرگ ہے، کیونکہ شیطان کا کام لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ قرآن کی تعبیر کے مطابق اس نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے : قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ الَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص: ۸۳۔۸۲)؛ بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ اسلام تمام انسانوں کو تبعیض کے بجائے مساوات کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرے میں بھی اسی طرح کے ظلم و ستم بھرے ہوئے تھے۔ جس میں نسل پرستی اور نسلی تفریق عروج پر تھی۔ اس زمانے میں عرب قوم اپنے آپ کو دنیا کی تمام اقوام پر برتر سمجھتی تھی۔ جہاں انسانی حقوق کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ عرب کے اس معاشرے میں سیاہ فام کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتے تھے۔ گویا ان کو وہ لوگ اپنا پالتو جانور سمجھتے تھے۔ عرب کے اس وقت کے جاہل معاشرے میں انسانیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی یہی معاشرہ تھا جہاں لوگوں کے پاس عورتوں کا کوئی وقار اور عزت نہیں تھی، بلکہ اس معاشرے میں لڑکی کا پیدا ہونا ننگ و عار سمجھتے تھے۔ قرآن کہتا ہے: وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۔ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ- اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ- اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (نحل: ۵۸۔۵۹) ؛جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ لیکن اس جاہل معاشرے میں پیغمبر اکرم ﷺ جیسی عظیم شخصیت خدا کی طرف سے نمائندہ بن کر تشریف لائی اور اپنے آنے کا مقصد بھی بیان کیا۔ ساتھ ہی لوگوں کے سامنے دین اسلام کا تعارف بھی کیا۔ تاریخ کہتی ہے بہت کم لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ اس زمانے میں مشرکوں کا بول بالا تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے اسلام کا تعارف کیا جس کے نتیجے میں آپ ﷺ کو مختلف قسم

کی اذیتوں سے گزرنا پڑا، کیونکہ آپ ﷺ نے اس جاہل معاشرے کے غلط رسوم اور اصولوں کو توڑا۔ اسی طرح معاشرے کے ثروت منداور اشرافیہ لوگوں کے ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور وہ آواز یہ تھی : إِنَّ النَّاسَ مِنْ عَهْدِ آدَمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا مِثْلُ أَسْنَانِ الْمُشْطِ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى الْعَجَمِيِّ وَ لَا لِلْأَحْمَرِ عَلَى الْأَسْوَدِ إِلَّا بِالتَّقْوَى الْخَبَرَ (محمد بن محمد مفید، ۱۴۱۳: ۳۴۱)؛ تمام انسان برابر ہیں اور رنگ، نسل، پیسہ، دولت اور سماجی حیثیت کسی انسان کی برتری کی وجہ نہیں ہے، بلکہ ایک انسان کی دوسرے انسان پر برتری کی واحد وجہ اس کا تقویٰ اور گناہوں سے بچنا ہے۔ قرآن کا حکم بھی یہی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (حجرات/۱۳)؛ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم (ع)) اور ایک عورت (حوا(ع)) سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ بڑا جاننے والا ہے، بڑا باخبر ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (نحل/۹۷)؛ جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے (دنیا) میں پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ اپنی زندگی میں غلاموں اور سیاہ فاموں پر بھی بہت مہربان تھے، یہاں تک کہ آپ نے بلال حبشی کو جو ایک سیاہ فام غلام تھے کو اپنے پاس رکھا اور اپنی مسجد کا مؤذن بنالیا۔ سلمان فارسی، اگرچہ وہ ایران سے تھے اور عربی نہیں تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کے بہترین صحابہ میں سے تھے اور نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: السلمان منا اہل البیت (محمد باقر مجلسی ، ۱۴۰۳: ۲۸۶)؛ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ قرآن مجید نے انبیاء کو مبعوث کرنے کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف لوگوں کے درمیان قسط و عدل برقرار کرنے کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید: ۲۵)؛ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں (ع) کو کھلی ہوئی دلیلوں (معجزوں) کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے: انَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (نحل/۹۰۔)؛ خدا عدالت اور حسن رفتار کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے اس کے تمام فطری اور طبیعی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ایسا جامع اور مانع عادلانہ نظام ترتیب دیا ہے جس کے تحت انسان اپنی دنیوی زندگی کے تمام جائز اور ضروری تقاضوں کے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے۔ (مہدی طغیانی و عادل پیغامی، ۱۳۹۵: ۲۰۹۔ ۲۱۴) اسلامی نظام میں عدالت ایک ایسی چیز ہے جو تمام دوسرے اصولوں اور فروعات پر حاکم ہے۔ یہاں تک کہ کائنات میں موجود تمام اشیاء کی تخلیق اور نظام تکوینی عدالت پر استوار ہے؛ لہٰذا یہ کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی کہ تشریعی نظام کی بنیاد بھی عدالت ہی پر قائم ہے۔ (غلام اکبر حیدری، ۱۳۸۷: ۲۸۰۔۸۱) نہج البلاغہ میں عدل و عدالت کے پیکر

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: العدل یضع الامور محلھا (نہج البلاغہ، حکمت: ۴۳۷)؛ عدل تمام امور کو ان کے اپنے موقع اور محل پر قرار دیتا ہے۔ آج کا انسان مکتب اسلام کے عادلانہ نظام سے انحراف کے نتیجے میں اپنے طبعی اور فطری محور سے دور ہو چکا ہے۔ (ایضا)

آزادی مطلق اور آزادی معنوی

مغرب مطلق آزادی (یعنی انسان ہر کام میں صاحب اختیار ہے) کو انسانی حقوق میں سے ایک مسلم حق سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں عورت پردہ کرے یا نہ کرے اس کی مرضی ہے، کیونکہ وہ آزاد ہے۔ جب کہ اسلام بھی آزادی کا قائل ہے، لیکن کچھ خاص قیود و حدود کے ساتھ، وہ مطلق آزادی کا قائل نہیں ہے۔ اسلام مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بارے میں مختلف روایات نقل ہوئی ہیں جن میں علم حاصل کرنے کو مرد اور عورت دونوں پر فرض قرار دیا ہے۔ جیسے پیغمبر اسلام ﷺ سے یہ مشہور روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: طَلَبُ اَلْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ (محمد باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۶۸)؛ علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ماں کی گود اولاد کی پرورش گاہ ہے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ان کی گود میں نئی نسل پروان چڑھتی ہے۔ اگر مائیں تعلیم سے محروم رہیں گی تو وہ اپنے بچوں کی صحیح پرورش کیسے کریں گی۔ اسی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہیں اگر خاندان میں کسی نے ایک مرد کو تعلیم و تربیت دی تو یہ ایسا ہے کہ اس نے خاندان کے ایک فرد کو تعلیم دی ہے، لیکن اگر کسی نے ایک عورت کی تعلیم و تربیت کی تو یہ ایسا ہے کہ اس نے پورے خاندان کی تربیت کی ہے۔ لہٰذا اسلام حصول علم کے حوالے سے جتنا حق مرد کو دیتا ہے اس سے زیادہ عورت کو دیتا ہے۔ مغرب بھی عورتوں کی ہر میدان میں آزادی کا قائل ہے، ان میدانوں میں سے ایک اہم میدان تعلیمی میدان ہے، جس میں کسی قسم کے حدود و قیود کا قائل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں مخلوط تعلیم کا نظام موجود ہے۔ جب کہ مغربی معاشروں کے اخلاقی زوال کی وجہ زیادہ تر یہی مخلوط تعلیم کا نظام ہے۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں بھی مخلوط تعلیم کا نظام عام کیا جا رہا ہے تاکہ ہماری نسلیں بھی اس اخلاقی تباہی کا شکار ہو جائے۔ لہٰذا اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بھی کہتا ہے لڑکیوں کو تعلیم دینی چاہیے اور نظام تعلیم ایسا ہو کہ انسانی فطرت کے مطابق ہو۔ اسلام کے دشمنوں کی کوشش ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ مسلمان بچیوں کو تعلیم کے نام پر کسی اور سمت کی طرف لے جائے۔ مغرب چاہتا ہے مسلم گھرانوں میں نسلیں صرف شکل و صورت میں مسلمان ہوں، لیکن افکار و عقاید کے اعتبار سے ہماری نسلیں اسلامی تعلیمات سے دور ہو جائیں۔ اسلامی تعلیمات میں کسی اجنبی لڑکے اور لڑکی کے درمیان دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن آج کل ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کا پسندیدہ مشغلہ جنس مخالف کو اپنی طرف متوجہ کرانا ہے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کسی بھی حد سے گزر سکتے ہیں۔ آج کل ہمارے نوجوانوں میں گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ بنانا روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اسلامی اقدار اور حدود کا خیال رکھنے والے طلباء کو

دقیانوسی جیسے القابات سے نوازتے ہیں۔ اس کا اصل مقصر ہمارا تعلیمی نظام ہے۔ مخلوط تعلیمی نظام کی وجہ سے کلاسوں میں لڑکے اور لڑکیاں ہمیشہ گپ شپ، ہنسی مذاق، تفریح، دوستی اور رشتے بنانے میں مشغول رہتے ہیں۔ بات صرف ملاقات اور ہنسی مذاق تک نہیں رہتی، بلکہ آگے بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے بوسہ لینا اور گلے لگانے کو بھی عیب نہیں سمجھتے، اندھی محبت میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہوس کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے اندر شرم و حیا نامی کوئی چیز نہیں رہتی اور اپنی شادی کا فیصلہ خود کرتے ہیں۔ اس طرح پوری زندگی پال پوس کر بڑا کرنے والے والدین کی امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کے ماں باپ ہی نے انہیں بڑا کیا ہے اور ان کی زندگی کے ہر فیصلہ کا حق ان سے زیادہ ان کے والدین کو حاصل ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی ماں باپ ان کی عارضی خواہشات کو نہ مانیں تو ان میں اتنی جرئت پیدا ہو جاتی ہے کہ گھر سے بھاگ کر عدالت میں شادی کر لیتے ہیں۔ اس طرح پورے خاندان کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔ جب کہ اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں علم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر تحقیق اور جستجو کی صلاحیت پیدا کرے، علم کی روشنی میں اپنا تشخص حاصل کر سکے؛ یعنی اپنے آپ کو پہچانے۔ جو انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے اس کے اندر ذمہ داری، قربانی اور دوسروں کے حقوق کے احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ مغربی تعلیمی نظام میں خدا کا تصور، ایثار اور قربانی، دوسروں پر رحم کرنا اور یہ تصور کرنا کہ انسان اپنے کئے ہوئے عمل کا جواب دہ ہے و۔۔۔ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوط نظام تعلیم اسلام کے زرین اصول اور ضوابط کو تباہ کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں یہ نظام تعلیم رائج ہے، وہاں اس کے مہلک اثرات و نتائج نفرت کی صورت میں سامنے آتے ہیں، مذہب، ثقافت اور اقدار میں کمی آتی ہے، اسی طرح جنسی خواہش اور انتشار میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وہ وجوہات ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں مخلوط نظام تعلیم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ دین اسلام عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہے، بلکہ وہ مخلوط نظام تعلیم کے خلاف ہے اور نامحرم مرد و عورت کے ارتباط کو جائز نہیں سمجھتا ہے۔

نتیجہ :

اس مقالے میں ان اہم نکات کی طرف امت مسلمہ کی توجہ مبزول کرانے کی کوشش کی گئی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو سعادت مند بنا سکتا ہے۔ مقالے کا اہم ہدف مغرب اور اسلام کے نقطہ نظر سے انسانی حقوق کے درمیان فرق کا مختصر جائزہ لینا ہے۔ جائزہ لینے کے بعد ان کے درمیان موجود ان اہم فرق کی نشاندہی کی گئی ہے جو اظہر من الشّمس عیاں ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں :

- مغرب میں انسانی حقوق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان کا وطیرہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ انسانی حقوق کے نام پر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیں، جبکہ اسلامی انسانی حقوق، انسانیت کے لئے مشعل راہ اور ہدایت کا چراغ بن کر دنیا کی ساری بشریت مسلم اور غیر مسلم کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں۔
- مغربی انسانی حقوق کے علمبرداروں کے پاس انسانی فطرت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے، جبکہ اسلام نے انسانی فطرت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نزدیک انسان کی عزت اور احترام کا خیال رکھنا ایک فطری عمل ہے۔
- مغربی انسانی حقوق کے نعرے بلند کرنے والوں نے ہمیشہ مادی چیزوں کو معنوی چیزوں پر فوقیت دی ہے۔ جب کہ اسلام کہتا ہے: انسان کے لئے اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مادی چیزوں سے حتی المقدور استفادہ کرنا ضروری ہے لیکن معین حد و حدود میں رہ کر اور ساتھ ہی خبردار کیا ہے کہ انسان کو اس معین حدود سے آگے نہیں جانا چاہئے۔
- ایک اہم فرق یہ ہے کہ اسلام کے زرین تعلیمات اور اصول میں انسانیت کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب کہ مغربی دنیا میں انسانیت کی تکریم کے نام پر تذلیل اور انسانی حقوق کے نام پر انسانی بنیادی حقوق کی پائمالی دکھائی دیتی ہے۔
- مغرب نے ہمیشہ انسان کو سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہے اس مزموم عزائم کے حصول کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے ایک مطلق آزادی کا نعرہ ہے۔ جب کہ اسلام بھی آزادی کے قائل ہے، لیکن کچھ خاص آداب اور حدود و قیود کے ساتھ۔
- ایک اہم فرق یہ ہے کہ مغرب انسانوں کے درمیان تبعیض کے قائل ہے۔ جہاں تبعیض ہو گی وہاں مساوات، عدالت اور انسانی حقوق کی پائمالی حتمی اور یقینی ہے۔ جب کہ اسلام ایک ایسا مکتب ہے جو انسانی بنیادی حقوق کے لئے عدالت، مساوات اور انصاف کو ضروری سمجھتا ہے۔
- عصر حاضر میں امت مسلمہ کے درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ثقافتی یلغار ہے۔ دشمنان اسلام اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے دن رات محنت کرتے نہیں تھکتے جس کے لئے وہ انواع و اقسام کے وسائل کو استعمال کرتے ہیں ان میں سے کچھ اہم وسائل یہ ہیں: ۱۔ غیر اسلامی افکار کی ترویج۔ ۲۔ مادیات کو معنویات پر ترجیح۔ ۳ بے حجابی اور بے

حیائی کا پرچار۔ ۴۔ غیر اخلاقی فلم اور ڈراموں کی نشریات۔ ۵زبان اور رسم الخط۔ دشمن کے اس حربے کے مقابلے میں ہماری ذمہ داری یہ ہیں: ا۔ دشمن کی شناخت اور پہچان۔ ۲۔ ایمان اور معنویت کی حفاظت۔ ۳۔ فقر اور ناداری کا خاتمہ۔

☆☆☆

مصادر و منابع

☆قرآن کریم

☆ نہج البلاغہ

حوالہ جات

۱. محمد باقر، مجلسی، بحار الأنوار، جلد ۱۸، ص ۲۸۲۔

۲. حسین بن محمد، حلوانی، نزہۃ الناظر وتنبیہ الخاطر، جلد۱، ص ۴۶۔

۳. ابن ابی جمہور، عوالی اللآلی، ج ۴، ص ۳۹۔

۴. حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص ۲۴۶۔

۵. محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۰، ص ۴۹۔۵۰۔

۶. ناصر، کاتوزیان، فلسفہ حقوق، ج ۳، ص ۴۴۲۔

۷. مرتضی، انصاری، کتاب المکاسب، ج ۳، ص ۹۔

۸. محمد کاظم، آخوند خرسانی، حاشیۃ المکاسب، ص ۴۔

۹. سید روح اللہ، خمینی، کتاب البیع، ج۱، ص ۳۹۔

۱۰. محمد سالم، محسنی، مبانی انسانی شناختی حقوق بشر در فلسفہ اسلامی، ص ۱۰۰۔

۱۱. سید صادق، حقیقت مبانی نظری حقوق بشر: نسبت سنجی ادلہ برون دینی و درون دینی، مجموعہ مقالات مبانی نظری حقوق بشر ص ۳۳۲۔

۱۲. محمد مجتہد، شبستری، نقدی بر قرائت رسمی از دین (بحران ھا، چالش ھا و راہ حل ھا) ص ۲۲۳۔

کتابیات

۱) مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار (ط- بیروت) ناشر: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق۔

۲) حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، نزہۃ الناظر وتنبیہ الخاطر، ناشر: مدرسۃ الإمام المہدی عج، قم: ۱۴۰۸ق۔

۳) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، دار العلم۔الدار الشامیہ، ج اول، لبنان، سوریہ، ۱۴۱۲ق۔

۴) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، تصحیح: احمد فارس صاحب الجوائب، دار الفکر للطباعہ والنشر والتوضیع۔ دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ق۔

۵) کاتوزیان، ناصر، فلسفہ حقوق، شرکت سہامی انتشار، ۱۳۷۷۔

۶) انصاری، مرتضی، کتاب المکاسب، انتشارات دار الحکمہ، در سال ۱۴۱۶ق۔

۷) محمد کاظم آخوند خرسانی، حاشیۃ المکاسب، سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی ۱۴۰۶ق۔

۸) خمینی، سید روح اللہ، کتاب البیع، مؤسسہ تنظیم و نشر امام خمینی، چ اول، تہران: ۱۴۲۱۔

۹) محسنی، محمد سالم، مبانی انسانی شناختی حقوق بشر در فلسفہ اسلامی، مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ، چاپ اول، ۱۳۹۶ ۔

۱۰) حقیقت، سید صادق، مبانی نظری حقوق بشر: نسبت سنجی ادله برون دینی و درون دینی، مجموعه مقالات مبانی نظری حقوق بشر، مرکز مطالعات حقوق بشر دانشگاه مفید، قم، ۱۳۸۴ش۔
۱۱) شبستری، محمد مجتهد، نقدی بر قرائت رسمی از دین (بحران ها، چالش ها و راه حل ها)، چاپ دوم، طرح نو، تهران: ۱۳۸۱ش۔
۱۲) حیدری، غلام اکبر، اسلام کا عادلانہ نظام، ناشر: انتشارات جامعہ المصطفیٰ العالمیہ ایران قم، ۱۳۸۷۔
۱۳) مہدی طغیانی و عادل پیغامی، تعلیم و تربیت اقتصادی، ناشر: تہران: نانشگاہ امام صادقؑ ۱۳۹۵۔
۱۴) ابن ابی جمہور، عوالی اللآلی، ناشر: سید الشہداء، ۱۴۰۳ق۔